شکیب جلالی پر اردو اکیڈمی کی محفل

از قلم کوثر سیّد

اردو اکیڈمی شمالی امریکہ کی طرف سے ۱۷ مئی ۲۰۱۵ کے دن اردو ادب کے معروف شاعر جناب شکیب جلالی کی ذاتی اور ادبی زندگی کے متعلّق ادبی نشست منعقد کی گئ۔ غزل کو تجدیدی جامہ پہنانے والے اس شاعر کے انتخاب کے علاوہ، آج کے معتبر شاعر جناب نذیر قیصر کی موجودگی بطورِ صدرِ محفل اس شام کی خاصیت رہی، اور چاندنی ریسٹورنٹ میں حسب معمول رکھی جانے والی یہ ادبی محفل اپنے آپ میں چار چاند لۓ تھی۔

اکیڈمی کے پریسیڈنٹ محترم تاشی ظہیر نے مہمان شاعر جناب نذیر قیصر کا پر خلوص خیر مقدم کیا اور محفل کو ان کے کمالِ فن سے آگاہ کیا۔ تاشی صاحب نے شکیب جلالی کی شخصیت اور فن کا بھی کچھ لوگوں سے مختصر تعارف کروایا، اور اس نشست کے پروگرام کے حوالے سے گفتگو کی۔

ہر بار کی طرح یہ شام بھی دو ادوار پر مبنی رہی۔ پہلے دور کو جناب شکیب جلالی کی ذاتی اور ادبی زندگی کی نذر کیا گیا جس کی نظامت جناب ارشد رشید صاحب نے اپنے اندازِ ماہرانہ میں کی۔ نذیر قیصر صاحب کی صدارت میں اس دور کا سلسلہ آگے چلا، اور کچھ دوستوں نے شکیب جلالی کی غزلیں اور نظم پڑھ کر اس عظیم فنکار کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

شکیب جلالی

شکیب جلالی اردو ادب کے افق کا وہ روشن ستارہ ہیں جس تک نظریں کم ہی پہنچیں، مگر جب بھی اس ستارے کی زد میں نگاہ ٹھہری تو پھر اس نجم باکمال کی انوکھی اور بابصیرت روشنی اس نگاہ میں رچ بس گئی، پھر وہ نگاہ چاہے کسی اردو ادب کے شیدائی ہو یا کسی شاعر کی۔ وہ پروین شاکر ہوں یا افتخار عارف؛ مرتضیٰ برلاس کہ پھر احمد ندیم قاسمی، سبھی شعراء نے شکیب جلالی کی تجدیدِ تکلّم کو غزل کاری کے فن کا نیا انداز تسلیم کیا اور انہیں ایک رجحان ساز غزل گو مانا ہے۔ نئے زمانے کے غزل خواں کہیں نہ کہیں شکیب جلالی کے فن کی پرچھائیں تراشتے ہیں۔

شکیب جلالی کی ولادت ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۴ میں علی گڑھ کے قریبی قصبے، سادت جلالی میں ہوئی۔ ان کا اسمِ گرامی سیّد حسن رضوی رکھا گیا۔ ادب کی دنیا میں یہ صاحب شکیب جلالی کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ اپنے والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے ان کی اور چار بہنیں تھیں۔

حالاتِ زندگی کی پریشانیوں سے الجھتے الجھتے ان کے والد ذہنی مریض ہو چکے تھے۔ شکیب نے بھی کافی کم عمری سے زندگی کی تلخیوں کا مزہ چکھ لیا تھا مگر وہ حوصلہ نہ ہارے۔ ایک روز وہ اپنے والدین اور بہنوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ یہ جگہ ریل کی پٹریوں کے قریب تھی۔ سامنے سے تیز رفتار ریل کو آتے دیکھ اچانک ہی شکیب کے والد نے اپنی شریکِ حیات کو ریل کے سامنے دھکّا دے دیا۔ اس طرح شکیب نے اپنی والدہ کو اپنے سامنے اس بری طرح دم توڑتے دیکھا۔ اس حادثے نے ان کے ذہن پر ایک انمٹ چھاپ چھوڑ دی۔
۱۹۵۰ میں شکیب اپنی بہنوں کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گیۓ۔ کئی جگہ لکھا پایا کہ اس وقت تک ان کے والد کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور کہیں لکھا ہے کہ والد ہندوستان میں رہے اور شکیب پاکستان چلے گۓ۔ البتہ شکیب اپنی بہنوں کی ذمہ داری لۓ پاکستان آئے۔

شکیب کی ابتدائی تعلیم جلالی میں ہی شروع ہوئی پھر پاکستان جانے کے بعد سیالکوٹ سے انٹر کیا۔ حالات بہتر کم ہی رہے مگر شکیب نے ہمّت نہ ہاری اور اپنی پڑھائی جاری رکھتے ہوئے لاہور سے بی اے آنرز کیا۔ ایم اے کے اخراجات پورے کرنے کے لۓ شکیب نے ٹیوشن پڑھانا شروع کیا مگر امتحان نہ دیا۔ دوستوں کے ساتھ راول پنڈی منتقل ہوئے اور ماہنامہ "گونج" جاری کیا۔ اس میں کامیاب نہ ہوئے تو واپس لاہور آئے۔ کچھ مختلف اداروں میں ملازمت کرتے رہے۔ بال آخر، تھل ڈیولپمینٹ اتھارٹی جوہر آباد میں بطور نایٔب پبلسٹی افسر معمور ہوئے۔
۱۹۵۶ میں سیّدہ مہدّسہ خاتون سے شادی کی اور جلد ہی ان کے بچّے ہوئے: سیّد اقدس رضوی اور سیّدہ حنا بتول

شکیب کا ادبی سفر ۱۴ سال کی عمر سے شروع ہوا اور ۱۶ سال کی عمر تک ان کی مشاعروں میں شرکت ہو چکی تھی۔ احمد ندیم قاسمی فرماتے ہیں کہ شکیب نے بھرپور غزل کہی ہے اور ان کے دم سے اردو غزل نے ایک نیا جنم لیا۔ ان کے قریبی دوست اور شاعر جناب مرتضیٰ برلاس فرماتے ہیں کہ شکیب جلالی دورِ جدید کا غالب ہے۔ جس طرح غالب نے روایتی غزل کو نیا اندازِ بیاں عطا کیا اسی طرح شکیب جلالی نے اپنے دور کی غزل کو نئی راہ دکھائی۔

انہوں نے غزل کے علاوہ رباعی اور قطعات بھی کہے اور ترجمے بھی کۓ۔ انہوں نے روایتی شاعری کو جدید راہ دکھائی۔ ان کی شاعری میں قدرتی مناظر و ذکرِ فطرت بھی ہے اور ساتھ

ہی ایک گہرا احساسِ تنہائی بھی۔ حالاتِ زندگی سے الجھتے الجھتے کسی موڑ پر شکیب کو بھی ذہنی پیچیدگیوں نے آگھیرا، اور انہی ذہنی حالات اور اکیلے پن کے احساس کے چلتے ۱۲ نومبر ۱۹۶۶ کے دن سرگودھا میں ریل کے نیچے شکیب نے اپنی جان دے کر اس دنیأِ فانی کو خیر باد کہا۔ وہ شاعر جس نے اپنے فن میں تجدید کو اپنایا وہ اپنی آخرت کو بھی اپنی پسند کے رنگ میں ڈھالتا گیا۔

شکیب کو ان کے فن کے مطابق شہرت نہ مل سکی۔ شکیب کی حیات میں تو ان کا کوئی مجموعہ کلام منظرِ عام پر نہ آ سکا مگر، ان کی وفات کے ۷ سال بعد ان کی بیگم کی کوششوں کے سبب ان کا شعری مجموعہ روشنی اے روشنی کے نام سے شایع ہوا۔ اور ان کی کلیات ان کے فرزند نے ان کی وفات کے ۳۸ سال بعد چھپوائی۔

شکیب جلالی کی شاعری پڑھنے والے احباب کچھ یوں تھے:

۱) حاتم رانی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ملبوس خش نما مگر جسم کھوکھلے چھلکے سجے ہوں جیسے پھلوں کی دکان پر

۲) تصدّق عطّاری صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خزاں کے چاند نے پوچھا یہ جھک کے کھڑکی میں کبھی چراغ بھی جلتا ہے اس حویلی میں؟

۳) عبدالستار غزالی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتر گیا تنِ نازک سے پتیوں کا لباس کسی کے ہاتھ نہ آئی مگر گلاب کی باس

۴) ارشد رشید صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آیا ہے ہر چڑھاؤ کے بعد اک اتار بھی پستی سے ہمکنار ملے کوہسار بھی

۵) سہیل زیدی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلے ملا نہ کبھی چاند وقت ایسا تھا ہرا بھرا بدن اپنا درخت ایسا تھا۔۔ نظم: سفیر

۶) ظفر شاہ صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہاں کی روشنیوں نے بھی ظلم ڈھائے بہت میں اس گلی میں اکیلا تھا اور سائے بہت

۷) خالد رانا صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں تلک بھی یہ سہرا دکھائی دیتا ہے میری طرح سے اکیلا دکھائی دیتا ہے

۸) معیز خان صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے دل کی کلی جو مرجھائی ہر ایک گل تر کی آنکھ بھر آئی

۹) لبنیٰ منظر صاحبہ (باترنم)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو نے کیا کیا نہ اے زندگی دشت و در میں پھرایا مجھے اب اپنے در و بام بھی جانتے ہیں پرایا مجھے

۱۰) جعفر شاہ صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آ کے پتھر تو میرے سحن میں دو چار گرے جتنے اس پیڑ کے پھل تھے پسِ دیوار گرے

۱۱) سلمان صدیق صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شفق جو روئے سحر پر گلال ملنے لگی یہ بستیوں کی فزا کیوں دھواں اگلنے لگی

۱۲) ڈاکٹر پریا ستیہ صاحبہ (باترنم)۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنکھ کے درمیان سے نکلا میں بھی کس امتحان سے نکلا

۱۳) نگیش آوَدھانی صاحب (باترنم)۔۔۔۔۔۔۔۔۔کنارے آب کھڑا خد سے کہہ رہا ہے کوئی گماں گزرتا ہے یہ شخص دوسرا ہے کوئی

آخر میں صدرِ محفل نے شکیب جلالی کے ساتھ بتائے کچھ لمحات کا تذکرہ کیا اور محفل کو حرفِ اختتام تک پہنچایا۔

ایک چھوٹے وقفے کے بعد دوسرے دور کی ابتدا تاشی ظہیر صاحب نے ڈاکٹر آغا سعید صاحب کا شکریہ کرتے ہوئے کی کہ جو نذیر قیصر صاحب کو اس محفل میں لائے اور سب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ تاشی صاحب نے نذیر قیصر صاحب کا تعارف ان کے بارے میں کہے گئے تمام شعراء کے تحسینی الفاظ سے کیا۔ انہوں نے نذیر صاحب کی جدید انداز میں لکھی دعا اور نعت بھی پڑھی اور افرادِ محفل کو ان کے اس فن سے آگاہ کیا۔ پھر نذیر قیصر صاحب نے اپنے کچھ تجربات اور کلام سنائے۔ کچھ شریعت، طریقت، اور تصرّف کے بارے میں بھی سمجھایا۔

آخر میں تاشی ظہیر صاحب نے سیّد ثروت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور اردو اکیڈمی کی ادبی تہذیب پر فخر کے ساتھ اس دور کو ختم کیا۔